ایک حدیث

اجازت لیکر داخلِ مکان ہونا

ربعی بن حراش سے ابوداؤد میں ایک روایت یوں ہے:

جاء رجل فاستأذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ءالج ؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ اخرج الی ھذا فعلّمہ الاستئذان فقل لہ قل السلام علیکم ءادخل ؟ فسمع الرجل ذلک فقال السلام علیکم ءادخل ؟ فاذن لہ صلی اللہ علیہ وسلم فدخل۔

ایک شخص آیا اور اس نے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہوئے یوں کہا کہ میں اندر گھس آؤں؟ حضورؐ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ: باہر جاکر اسے اجازت لینے کا طریقہ بتادو۔ اس سے کہو کہ پہلے السلام علیکم کہے۔ پھر پوچھے کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ اس شخص نے باہر ہی سے یہ گفتگو سن لی اور وہیں سے بولا کہ: السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ حضورؐ نے اسے اجازت دی اور وہ اندر آگیا۔

یہ حدیث دراصل تعلیم قرآنی کی ایک عملی تفسیر ہے۔ ہم نے شروع ہی سے یہ التزام رکھا ہے کہ انہی احادیث کی شرح پیش کی جائے جو عین مطابق قرآن ہوں۔ قرآن عموماً عمومی اصول دیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بصیرت سے زندگی کی جزئیات پر زمانی و مکانی مقتضیات کے مطابق، منطبق فرماتے ہیں۔ اور خوبی یہ ہے کہ اس جزئی انطباق میں بھی بعض حسین کلیات نکل آتے ہیں جو دوسری جگہ جزئیات میں رہنمائی کرتے ہیں۔ مندرجۂ بالا حدیث کو دیکھئے تو یہ عین عملی تفسیرِ قرآن نظر آئے گی۔ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے متعلق قرآنی حکم یوں ہے:

لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اھلھا..... الخ

اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور وہاں والوں پر سلامتی نہ بھیج لو۔

اس حدیث میں بالکل اسی قرآنی حکم کی عملی تعلیم ہے۔ آنے والے نے داخلے کی اجازت تو مانگی تھی مگر سلام عرض نہ کیا تھا۔ حضورؐ کی نگاہ صرف کلیات ہی پر نہ رہتی تھی۔ ان جزئیات پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے جو انسانی اخلاق پر اثر انداز ہوتے ہوں۔ ایسے تمام مواقع پر حضور فوراً نوٹس لیتے تھے اور بروقت اصلاح فرمادیتے تھے۔ اور کیوں نہ ہو؟ حضورؐ تو خود فرماتے ہیں کہ میں

معلم بناکر بھیجا گیا ہوں (بعثت معلماً) اور اخلاقی فروگذاشت کی طرف تو حضور خصوصی توجہ فرماتے تھے کیونکہ حضور کی بعثت کا ایک بہت بڑا مقصد یہ تھا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل فرمائیں۔ (بعثت لاتمم مکارم الاخلاق)

کسی کے مکان میں داخل ہونے کے لئے پہلی شرط ہے اجازت طلب کرنا اور دوسری شرط ہے السلام علیکم کہنا۔ آنے والے نے اجازت تو لے لی تھی مگر سلام کرنا اسے یاد نہ رہا تھا یا اسے معلوم نہ تھا۔ اس لئے حضور نے فوراً اس اخلاقی فرض کی طرف توجہ دلادی۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنے والا اگرچہ عرب تھا لیکن عربی زبان کی نزاکتوں سے پوری طرح واقف نہ تھا۔ اسی لئے اس نے أادخل کی بجائے أالج کا لفظ استعمال کیا حضور کا ذوقِ سلیم اتنا پاکیزہ اور مذاقِ ادب اتنا بلند تھا کہ ایک غیر بلیغ (بے محل) لفظی استعمال کو گوارا نہ فرمایا اور اس کی بھی اصلاح فرمادی۔ قرآن نے بھی لا تدخلوا کہا ہے۔ لا تلجوا نہیں فرمایا ہے۔

"سلام" کے متعلق تو ہم "ثقافت" میں بہ سلسلۂ تشریح حدیث بہت کچھ لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ مگر بے اجازت کسی دوسرے کے مکان میں داخل ہوجانے کے متعلق کچھ اور باتیں سُن لینی چاہئیں۔ اس بارے میں انتہا یہ ہے کہ اگر اپنا ہی گھر ہو اور اس میں اپنی ماں رہتی ہو تو وہاں بھی اجازت ہی سے جانے کی ہدایت ہے۔ امام مالک عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ:

> ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال استأذن علی امی؟ فقال نعم، قال انی معها فی البیت، فقال استأذن علیها قال انی خادمها قال استأذن علیها اتحب ان تراها عریانۃ؟ قال لا، قال استأذن علیها۔
>
> ایک شخص نے حضور سے پوچھا کہ کیا میں اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لے لیا کروں؟ فرمایا: ہاں۔ عرض کیا کہ: میں اسی کے ساتھ گھر کے اندر رہتا ہوں۔ فرمایا: پھر بھی اندر اجازت لے کر آؤ۔ عرض کیا: اس کی خدمت بھی میں ہی کرتا ہوں۔ فرمایا: پھر بھی اذن لے لیا کرو۔ کیا تم یہ پسند کروگے کہ اسے کسی وقت برہنہ دیکھ لو؟ کہا: نہیں تو۔ فرمایا: پھر اجازت لے لیا کرو۔

دیکھئے سائل نے تمام پہلوؤں سے اپنی تسکین کے لئے حضور سے کتنے سوالات کئے۔ لیکن حضور نے ہر بار اذن لے کر ہی داخل ہونے کی ہدایت فرمائی اور ایک بڑی اخلاقی وجہ بھی بتادی کہ بلا اجازت بے دھڑک گھر کے اندر گھس جانے میں یہ شکل ممکن الوقوع ہے کہ جو گھر میں موجود ہے (خواہ وہ ماں ہی ہو) وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں اسے دیکھنا عام اخلاقی تقاضوں کے خلاف ہو۔

اور اگر صاحب خانہ کوئی غیر ہو —— تو اور بھی کئی طرح کے شبہات ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے ایک ارشاد نبوی بخاری، مسلم،

ابوداؤد اور نسائی میں یہ بھی ہے کہ :

من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنہم فقد حل لہم ان یفقؤا عینہ۔

اگر کوئی شخص کسی گھر میں بغیر اطلاع اچانک گھس جائے تو گھر والوں کو اس کی آنکھ پھوڑ دینا بھی روا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر ایسے موقعے پر ضرور ایسے آدمی کی آنکھ پھوڑ دی جائے بلکہ یہ انتہائی تہدید ہے ایسے بے پرواہ لوگوں کے لئے جو بے دھڑک دوسرے کے گھروں میں گھس جاتے ہیں۔ بعض اوقات آج کل ایک ہی وضع قطع کے کوارٹروں میں نمبر یاد نہ رکھنے کی وجہ سے بعض ناواقف عمداً نہیں بلکہ سہواً چلے جاتے ہیں۔ ان پر یہ حکم صادق نہیں آتا۔ یہ تہدید ان لوگوں کے لئے ہے جو جان بوجھ کر بقائمی ہوش و حواس ایسا کریں۔

آپ نے بے اجازت کسی گھر میں گھس جانے کے متعلق یہ احکام سُن لئے۔ اب ذرا اپنے قومی کردار کا اس سے مقابلہ کیجئے۔ ہمارے ہاں یہ عام رواج ہے کہ کسی کے ہاں جانا ہو تو نہ پہلے سے کوئی اطلاع دی جاتی ہے نہ اجازت لی جاتی ہے۔ بس آئے اور بے تکلف گھس گئے خواہ آپ سو رہے ہوں یا بیمار پڑے ہوں یا کوئی ضروری کام کر رہے ہوں یا گھر کے بے تکلفانہ وضع میں بیٹھے ہوں۔ بس آئے اور بے پوچھے گھستے چلے گئے۔ اس کے مقابلے میں آپ ذرا مغربی قوموں کو دیکھیں تو ان کے ہاں یہ اخلاقی آداب پوری شدت سے برتے جاتے ہیں اور بے تکلف سے بے تکلف دوست کے ہاں بھی بے اطلاع اور بے اجازت نہیں گھس پڑتے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام کے اس حکم پر وہ چل رہے ہیں یا ہم؟ اسلام کے بے شمار احکام پر عمل تو ان کا ہے اور صرف عقیدہ ہمارا ہے ع

چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

اور :

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اس کے باوجود شکوہ یہ ہے کہ :

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

محمد جعفر